ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

محمد ثقلین ضیغم کے مجموعۂ کلام "شبِ سُرخاب" میں عصری و سماجی حسیت: تحقیق و تجزیہ

(SOCIAL AND CONTEMPORARY SENSIBILITY IN MUHAMMAD SAQLAIN ZAIGHAM'S POETRY COLLECTION "SHAB-E-SURKHAB": RESEARCH AND ANALYSIS)

***ڈاکٹر محمد قمر اقبال**
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، وفاقی اردو یونیورسٹی، اسلام آباد
****نعمت اللہ ارشد گھمن**
ایم فل اُردو، یونیورسٹی آف سیالکوٹ، سیالکوٹ
*****ذوالفقار احمد**
راولپنڈی، پاکستان

ABSTRACT:
Muhammad Saqlain Zaigham (Born: 1973) is a modern poet of Urdu Ghazal and Nazm. His poetry is continuously published in the renowned magazines and newspapers of Pakistan and India. Ghazal and Nazm are his main poetic references. His poetry is a beautiful blend of tradition and modernity. His poetry has diverse themes. Contemporary and social consciousness, resistance, class discrimination, social inequality and poverty are the special themes of his poetry. Muhammad Saqlain Zaigham is a knowledgeable and studious person. He is keen observer and well aware of his surroundings. Hence, he believes in the theory of "Art for Life Sake". Social Consciousness and realism is his special creative attribute. In this paper, an analytical study of Muhammad Saqlain Zaigham's poetry collection "Shab-e-Surkhaab" is presented in the context of contemporary and social sensitivity.

Keywords: *Muhammad Saqlain Zaigham, Shab-e-Surkhaab, Ghazal, Tradition and Modernism, Contemporary and Social Sensibilty, Chaos, Injustice, Class Discrimination, Resistance, Art for Life Sake.*

کلیدی الفاظ: محمد ثقلین ضیغم، شبِ سُرخاب، غزل، روایت اور جدت، عصری و سماجی حسیت، عصری آشوب، ناانصافی، طبقاتی تفریق، مزاحمت، ادب برائے زندگی۔

.....

محمد ثقلین ضیغم (جنم: 1973ء) اُردو غزل اور نظم کے جدید شاعر ہیں۔ ان کی شاعری پاکستان اور ہندوستان کے مؤقر اخبارات و رسائل میں تسلسل کے ساتھ شائع ہوتی ہے۔ غزل اور نظم ان کا بنیادی تخلیقی حوالہ ہیں۔ ان کی شاعری متنوع موضوعات کے ساتھ روایت اور جدت کا حسین امتزاج ہے۔ عصری اور سماجی حسیت، مزاحمت، طبقاتی تفریق، معاشرتی ناہمواری اور دیگر معاشرتی مسائل ان کی شاعری کے خاص موضوعات ہیں۔ محمد ثقلین ضیغم ایک باشعور اور صاحبِ مطالعہ انسان ہیں۔ وہ اپنے گردوپیش پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ عصری و سماجی حقیقت نگاری ان کا خاص تخلیقی وصف ہے۔ اس مقالے میں محمد ثقلین ضیغم کے شعری مجموعے "شبِ سرخاب" کا عصری و سماجی حسیت کے سیاق میں تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

عصری حسیت ان محسوسات اور اس شعور و ادراک کا اصطلاحی نام ہے، جو کسی بھی عہد میں موجود کوئی بھی انسان رکھتا ہے۔ چوں کہ ہر انسان کا احساس اور شعور و ادراکات دوسروں سے مختلف ہوتے ہیں۔ اس لیے مختصراً کہا جا سکتا ہے کہ عصری حسیت بھی اضافی قدر ہے۔ کسی بھی تخلیق کار کی تخلیقات میں عصری و سماجی شعور "ادب برائے زندگی" کے تحت پروان چڑھتا ہے۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی کے مطابق:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

"ادب کا اولین کام یہ کہ وہ قارئین و سامعین کو مسرت بہم پہنچائے۔ ادب کا دوسرا فریضہ یہ ہے کہ وہ زندگی کے بارے میں ہماری آگہی میں اضافہ کرے یعنی ہمیں اپنی ذات اور اپنے ماحول کو سمجھنے میں معاون ثابت ہو۔ چانچہ کسی نہ کسی شکل میں سماجی زندگی سے اعتنا ادب کے لیے لازم ہے تو اس صورت میں اگر ادب سے زندگی کے حسن کو نکھارنے، اس کے معائب کو دُور کرنے اور ایک بہتر زندگی کے لیے جدوجہد کرنے کی توقع کی جائے یہ کوئی بے جا توقع نہیں۔ اور یہی ادب برائے زندگی کا نظریہ ہے"۔(۱)

محمد ثقلین ضیغم کے شعری مجموعے "شبِ سُرخاب" کا بنظرِ غائر جائزہ لیں تو وہ بھی "ادب برائے زندگی" کے قائل دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی شاعری عصری و سماجی حسیت کی عکاس ہے۔ "ثقلین ضیغم کی شاعری رنگارنگ خیالات کا حسین مرقع ہے۔ چوں کہ ہر شاعر حساس دل رکھتا ہے اس لیے وہ معاشرتی مسائل سے اغماض نہیں برت سکتا۔ اسی طرح ثقلین ضیغم کی شاعری میں بھی معاشرتی مسائل لاشعوری طور پر در آئے ہیں"۔(۲)۔ اسی ضمن میں چند اشعار ملاحظہ ہوں:

امّتِ مرحوم کے فرزند ٹھہرے بے بصر
علم و حکمت کے سبھی در ان پہ وا کر دیجیے
مِٹ چکا تقدیسِ الفاظ و معانی کا شعور
میری دنیا کو خدایا کربلا کر دیجیے (۳)
کمندیں ستاروں پہ اب کون ڈالے
کہ بے بال و پر ہے عقابوں کی دنیا (۴)

جب معاشرہ اقتصادی اور اخلاقی زبوں حالی کا شکار ہو جائے، دہشت گردی وبدامنی ناسُور اور بے روزگاری مرضِ لا علاج کی صورت اختیار کر جائیں، جب زندگیاں اور عصمتیں عدم تحفظ کا شکار ہو جائیں، جب طاقت ہی قانون کا درجہ اختیار کر جائے، جب سماج جبر کی زہریلی ہواؤں، محرومیوں اور ناآسودگیوں کی تصویر بن جائے، جب انسانیت منافقتوں، نا انصافیوں، وحشتوں، بے یقینیوں اور اذیّتوں میں گھِر جائے ، جب صوت پر تصویر، سیرت پر صورت اور اقدار پر مقدار کو فوقیت حاصل ہو جائے، جب شعری اوصاف و محاسن معائب میں بدل جائیں تو کوئی بھی ذی شعور انسان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ شاعر تو ہوتا ہی حساس ہے اسی لیے محمد ثقلین ضیغم کے احساس کی دنیا نے بھی انھیں اپنے ارد گرد سے بے گانہ نہیں رہنے دیا۔ ثقلین ضیغم کا شعری مجموعہ "شبِ سُرخاب" نہ صرف رنگارنگ خیالات و جذبات کا مرقع ہے بلکہ اِس عہدِنا معتبر کی کم مائیگی اور شکست و ریخت کا عکاس بھی ہے۔ ثقلین ضیغم کریہہ المنظر معاشرے سے بے زار ہو کر فرار تلاش نہیں کرتے بلکہ اس میں رہتے ہوئے اس کی اصلاح کے خواہاں ہیں۔ ان کے ہاں آموز گاری کے شواہد بکثرت پائے جاتے ہیں۔ ان کا کلام اپنے قاری کے لیے صرف دل کی آواز ہی ثابت نہیں ہوتا بلکہ وہ اس کے دل میں انقلاب کی شمع بھی جلاتے ہیں:

ہاں شہرِ تمنا کی فصیلیں بھی گرا دو
اب ذات کے پُر ہول سے اس خول سے نکلو
جو صرف شکایات کی تعلیم نوازے
بے فیض سے ایسے کسی ماحول سے نکلو (۵)

ثقلین ضیغم کے یہاں اپنے معاشرے سے بے زاری کا رجحان نہیں ملتا؛ مذکوہ بالا اشعار بھی اس بات کے شاہد ہیں۔ ان کا فن کبھی اذیتوں سے نجات کی کوشش کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے تو کبھی زندگی کی وحشت خیزی کی تلافی کے عناصر کی صورت میں۔ اور ان کے درمیان دوسرے شعبہ ہائے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

زندگی مثلاً دینی، تہذیبی، مادی، سیاسی وغیرہ گردش کرتے ہیں۔ ان مختلف موضوعاتی محوروں کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ منزل کا نشاں ہنوز دُھندلا ہے جو نجات کے مختلف راستوں کی جانب لے جاتا ہے۔ میکس شیلر کے بقول:

"ہم پہلی نسل ہیں، جس میں انسان آپ اپنے لیے متنازعہ بن گیا ہے۔ جس میں اسے یہ علم نہیں رہ گیا ہے کہ حقیقتاً وہ کیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ وہ کچھ نہیں جانتا۔"(۶)

"ثقلین ضیغم کی آنکھ بھی اُس روزن سے جھانکتی ہے جو معاشرے کی حقیقی تصویر دکھاتا ہے۔ انھوں نے ہجروفراق، وصل وقربت اور الطاف و التفات کی منظر کشی کے علاوہ معاشرے کے ان رویّوں کو بھی قابلِ نشتر زنی سمجھا ہے جنکی وجہ سے خلوص، سچائی اور محبت معاشرے سے عنقا ہوتی جارہی ہے۔ ثقلین ضیغم کے موضوعات کا کینوس بہت وسیع دکھائی دیتا ہے۔ وہ زندگی کو مختلف زاویوں سے دیکھتے ہیں"(۷)۔ قلمکار کی تحریر اُس کا پرتو اور پہچان ہوتی ہے۔ ایک سچا قلمکار وہی لکھتا ہے جو اُس کا دل کہتا ہے۔ شاعر ہمیشہ دوسروں کے دُکھوں کو محسوس کرتا ہے اور قلم سے اس کا اظہار کرتا ہے۔ دیدۂ بینا رکھنے والے کسی شاعر کا ذہن اپنے دور کی تلخ اور بے رحم حقیقتوں کو نظر انداز نہیں کرسکتا۔ ثقلین ضیغم نہ صرف ملی و سماجی ماحول کے نمایاں مسائل سے متاثر ہیں بلکہ ڈوبتی ہوئی اقدار کا نوحہ بھی انکی شاعری کا موضوع بن جاتا ہے:

کس نے چھینی ہیں سَروں سے وہ ردائیں سوچنا
کون ہے جس نے جلائی ہیں قبائیں سوچنا
کتنے ہاتھوں کے مقدر میں حنا لکھی نہیں
کتنے معصوموں کی قسمت ہے سزائیں سوچنا
آپ کے نزدیک وہ بھی معتبر ٹھہریں گے کیا
جو کسی معصوم کا یاں خوں بہائیں سوچنا(۸)

عصری حسیت کا اظہار حقیقت نگاری کا متقاضی ہوتا ہے۔ شاعری میں بغیر کسی تعصب و جذباتیت کے خارجی اور سماجی حقائق کو حتی الامکان معروضیت کے ساتھ پیش کرنے کو حقیقت نگاری کہتے ہیں۔ یعنی خیالی اور ماورائی دنیا کے بجائے اپنی دیکھی بھالی اور عام دنیا کو شعر میں پیش کرنا حقیقت نگاری ہے"(9)۔ حقیقت نگاری کی وضاحت میں ابوالاعجاز حفیظ صدیقی رقم طراز ہیں:

"حقیقت پسند ادب تخیل پر امر واقعہ کو ترجیح دیتا ہے ماضی کے بجائے حال کے مسائل و معاملات کو اہم جانتا ہے چونکہ زندگی کی معروضی تصویر کشی اس کا مقصد ہے اس لیے وہ اپنی ذات کو ادب پارے میں نمایاں کرنے سے اجتناب کرتا ہے"۔(۹)

چند معروف شعرا کے ہاں حقیقت نگاری کی مثالیں ملاحظہ ہوں:

موت اپنی نہ عمل اپنا نہ جینا اپنا
کھو گیا شورشِ گیتی میں قرینہ اپنا (فیض)

دِلی ہو کہ لاہور کوئی فرق نہیں ہے
سچ بول کہ ہر شہر میں ایسے ہی رہو گے (بشیر بدر)

ہمارے ہاں کی سیاست کا حال مت پوچھو
گھر ہوئی ہے طوائف تماش بینوں میں (شادعارفی)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

محمد ثقلین ضیغم کے ہاں بھی عصری و سماجی حقیقت نگاری کے شواہد قابلِ مشاہدہ ہیں۔ ایک کامیاب فنکار وہی ہوتا ہے جو اپنے عہد اور گردوپیش پر گہری نظر رکھتا ہو۔ اس ضمن میں ثقلین ضیغم کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

لہو لہو ہے نینوا ابو غریب جیل کی
سنی ہے جب سے داستاں دل و جگر فگار ہے (۱۱)

میری دنیا کا ہے یہ عجب سلسلہ
ختم ہوتی نہیں ظلم کی داستاں
میں ہوں ایسے زمانے کا فرد آخری
جو ہے صدیوں سے بے دست و پا بے زباں (۱۲)

معاشرتی بگاڑ بلاوجہ نہیں ہوتا۔ اس کے کے پیچھے کچھ عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔ مشہور امریکی مؤرخ ڈورسے (Dorsey) معاشرتی بگاڑ کی وجہ کچھ یوں بیان کرتا ہے:

"اس معاشرتی تباہی کا سبب نہ تو بڑے مجرم ہیں جن سے ہم خوفزدہ رہتے ہیں اور نہ ہمارا افلاس جس سے ہم فارم ہیں۔بلکہ اس کا اصل باعث وہ معاشرتی نظام ہے جو منافقت اور فریب کی بنیادوں پر قائم ہے اور اسکے ساتھ یہ قانون کہ جس کی لاٹھی اسکی بھینس"۔(۱۳)

محمد ثقلین ضیغم نے بھی اس عہد بے مایہ میں کذب و نفاق، مکرو افتراق، خود غرضی، مادہ پرستی، اور ہوسِ اقتدار کے باعث جنم لینے والی طبقاتی تفریق اور معاشرتی ناہمواریوں کی نشاندہی بہت خوبصورتی سے کی ہے:

مری دنیا کی بد حالی کا یہ عالم ہے ضیغم جی
برستے ہیں سحاب ہر سُو مگر فاقے نہیں جاتے (۱۴)

وفا قید ہے مفلسی کے بھنور میں
شرافت سے عاری نوابوں کی دنیا (۱۵)

سائنسی ایجادات نے انسانی زندگی میں تہلکہ مچا دیاہے۔ آج سائنس اور ٹیکنالوجی کے تمام کمالات انسانی ترقی کے شاہد ہیں۔ اسی ترقی کا ہی ثمر ہے کہ معاشرہ مختلف طبقوں میں منقسم ہو گیا ہے۔ جو قومیں مہذب ہونے کی دعویدار ہیں، طرح طرح کے معاشرتی مسائل سے دوچار ہیں۔ تہذیبِ نو کے تمام تر دعوے کھوکھلے اور بے بنیاد ثابت ہو رہے ہیں۔ سماج کا دانشور اور باشعور طبقہ ایک عمیق اذیت کا شکار ہے جسے سماج کے مسائل کا حل کسی نہج پر نظر نہیں آتا۔ ایسی تمام تر صورتحال نے ایک عصری بے حسی کو جنم دیا ہے۔ جہاں خلوص و مروت کنگال و پامال نظر آتے ہیں۔ ہر عہد کا ادب اپنے عصری مزاج کا ترجمان ہوتا ہے۔ ہمارا ادب بھی اپنے عصری رجحانات سے متاثر ہوا ہے۔ خصوصاً فنِ شاعری میں اس کے شواہد بکثرت پائے جاتے ہیں۔ محمد ثقلین ضیغم نے بھی بہت سے شعرا کی طرح انھی موضوعات کا اہتمام کیا ہے:

رُلایا ہے کسی کو دربدر کی ٹھوکریں دے کر
کسی کو شان و شوکت دے کے اونچا نام سونپا ہے
عطا مالک نے ضیغم اس طرح سے کردیے منصب
کسی کو خاص بخشا ہے کسی کو عام سونپا ہے (۱۶)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

محمد ثقلین ضیغم کی عصری و سماجی حسیت کے حوالے سے قمر زمان نصیف لکھتے ہیں:

"محمد ثقلین ضیغم جھوٹی روایات کی بجائے مثبت قدروں سے رشتہ جوڑے ہوئے ہیں۔ ان کی شاعری سے ان کے احساسات و جذبات کی لطافتیں، ان کے متخیلہ کا انداز، ان کی فکر کی گہرائیوں اور وسعتوں میں یکجا ہو کر آئینے کی طرح کُلیتہً نظر آتی ہیں"۔(۱۷)

یہی وجہ ہے کہ محمد ثقلین ضیغم کے ہاں عظمتِ رفتہ کے بیان کے ساتھ عصری سماجی اقدار کا تنزل بھی مذکور ہے۔ وہ تمام تر ترقی اور مشینی زندگی کے باوجود سماج کو تنزل کا شکار دیکھتے ہیں۔ ان کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

نے وہ باسی رہے نہ وہ بستی رہی
زندگی زندگی کو ترستی رہی
چار سو ظلمتوں کا عجب راج ہے
روشنی گرچہ ہر سو برستی رہی
کیسے تسخیرِ عالم ہو خواب سچ
نہ وہ عشق و جنوں نہ وہ مستی رہی (۱۸)

محمد ثقلین ضیغم کا مستقل حوالہ غزل ہے لیکن انھوں نے نظم میں بھی بھرپور انداز میں خامہ فرسائی کی ہے۔ "ان کی آزاد نظموں میں موسیقیت و آہنگ کا خصوصی التزام ہے۔ ان کے ہاں عصری رجحانات پورے کروفر کے ساتھ ملتے ہیں۔ ان کے کلام میں جملہ اسلوبیاتی لطافتیں بھی ہیں اور فکری و فنی نفاستیں بھی۔ وہ اشعار کے پردے میں معاشرے کے مفلوک الحال طبقے کی نمائندگی کرتے ہیں اور ان کے لیے ایک احساسِ خیر خواہی رکھتے ہیں"(۱۹)۔ ان کی نظم "دیں ہم یار بلائیں کس کو" سماجی کرب اور بے بسی کی عکاس ہے:

دل کا حال سنائیں کس کو
دل کے زخم دکھائیں کس کو
پرسُو پھیلی نفسا نفسی
محرم راز بنائیں کس کو
کون جو بانٹے درد ہمارا
دیں ہم یار بلائیں کس کو(۲۰)

سماجی ابتری، طبقاتی تفریق اور ناانصافی کے باعث بے گانگیت یا مغائرت (Alienation) کا احساس جنم لیتا ہے۔ انسان لاکھوں انسانوں میں رہ کر بھی خود کو تنہا محسوس کرتا ہے۔ مذکورہ نظم سے ایسی نفسیاتی صورتِ حال کی عمدہ عکاسی ہوتی ہے۔ بے گانگیت کے کئی پہلو ہیں۔ جن میں سے ایک یہ کہ انسان اپنے ہی دیس کو پردیس سمجھنے لگتا ہے۔ اپنے ہی ملک اور سماج میں انسان خود کو اجنبی محسوس کرنے لگتا ہے۔ اس کے پیچھے معاشرتی و سماجی بے حسی کارفرما ہے۔ یہ بے حسی لاقانونیت اور غیر یقینی صورتِ حال کی وجہ سے جنم لیتی ہے۔ یہ احساسات سماجی نفسیات کی ذیل میں آتے ہیں جن کا اظہار ہم ادب میں بھی دیکھتے ہیں۔ اجنبیت و بے گانگیت کا یہ احساس نظم "تیرگی" میں ملاحظہ ہو:

میں جگنوؤں کے جو دیس میں
گیا روشنی کی تلاش میں
بھٹک بھٹک کر میں آ گیا
کہیں روشنی کا نشاں نہ تھا
دیا مشورہ مجھے چاند نے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

نہ یہاں ٹھہر کہیں اور چل
یہ ظلمتوں کی آماجگاہ
یہاں روشنی کا ہے کام کیا (۲۱)

ان کے مجموعہ کلام "شب سرخاب" سے کئی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں جو ان کی فکر اور عصری رجحان کی غماز ہیں لیکن یہاں ان کی نظم "تین سوال" خاص طور سے زیرِ بحث لائی گئی ہے۔

اکثر سوال ایسے ہوتے ہیں جن کا مقصد جواب طلب کرنا نہیں، بلکہ احساس کے نئے دریچے وا کرنا ہی مقصود ہوتا ہے۔ نظم "تین سوال" ایک ایسا منظر نامہ پیش کرتی ہے جس سے حقائق سے حسب سرشت چشم پوشی تو روا رکھی جا سکتی ہے لیکن انھیں جھٹلانا شاید ممکن نہیں۔ایک شاعر یا تخلیق کار تو ہمیشہ سے اپنی حساس طبع کے پیش نظر سماجی احتیاج کے خلاف آواز اٹھاتا رہا ہے۔ ثقلین ضیغم بھی سماجی بے حسی اور کرب سے دل برداشتہ ہو کر سراپا سوال ہوئے۔زیر بحث نظم کا پہلا سوال ملاحظہ ہو:

کبھی تاریک گلیوں کے
وہ بوسیدہ مکانوں کی
ٹپکتی چھت کے نیچے ،زندگی کو تم نے دیکھا ہے؟(۲۲)

جب انسان زندگی کے تلخ حقائق کو بہ نظر غائر دیکھتا ہے تو اسے مصائب و آلام کا ایک جم غفیر نظر آتا ہے۔ ان کے مقابلے میں خوشیاں بہت حقیر نظر آتی ہیں۔ پھر انھیں انسانیت مغموم اور اداس دکھائی دیتی ہے۔ ثقلین ضیغم بھی اسی کائنات کا حصہ ہیں۔ وہ بھی غم و آلام کا کثرت سے مشاہدہ کرتے ہیں اور سراپا سوال بن جاتے ہیں۔ ان کا یہی انداز ان کی نظم "تین سوال" سے جھلک رہا ہے۔بحیثیت مجموعی ان کے کلام کا جائزہ لیا جائے تو ان کے سخن سے صبح درخشاں کی بات ملتی ہے۔ وہ تمام سماجی مصائب و آلام کا مداوا چاہتے ہیں۔اسی حوالے سے ان کے چند دعاعیہ اشعار ملاحظہ ہوں:

مدتوں سے دل ہوس کی ظلمتوں میں گم رہا
اب ذرا صبر و قناعت کی ضیا کر دیجیے
اُمتِ مرحوم کے فرزند ٹھہرے بے بصر
علم و حکمت کے سبھی در ان پہ وا کر دیجیے
آدمیت کے لیے جس میں ہو جینے کی تڑپ
وہ دل پُر دَرد ضیغم کو عطا کر دیجیے (۲۳)

ان کے ہاں کرب و آشوب کے حوالے ذاتی نوعیت کی بجائے کائناتی نوعیت اختیار کیے ہوئے ہیں۔ وہ بنی نوع انسان کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ وہ اپنی ذات کے حصار میں ہی مقید نہ رہے بلکہ سماجی وسعتوں کا ادراک کرے۔ اس لیے ان کی فکر میں ہمہ گیریت کے ساتھ ساتھ گہرائی اور گیرائی پائی جاتی ہے۔ ان کے ہاں سماجی رویوں کا گہرا شعور ملتا ہے۔ وہ سماج کے دوہرے رویوں کو ہدف تنقید بناتے ہیں اور اسے انتہائی موثر طریقے سے بے نقاب کرتے ہیں۔وہ آنکھیں جو خواب دیکھنے کی مستحق ہیں، وہ بے نور اور حسرت و یاس کا شکار ہو کر رہ گئی ہیں۔دوسروں کو سکول جاتے دیکھ کر نہ جانے کتنے شکوے اور کتنی حسرتیں زبان پر دم توڑ دیتی ہیں۔ پیٹ کی بھوک ہر چیز پر حاوی ہو جاتی ہے۔مفت تعلیم اور کتابوں کی فراہمی خوش آئند ہے لیکن جن کی آنکھوں کے خواب ہی مر چکے ہوں، جن کے ذہنوں پر بھوک اور بدحالی کا خوف سوار ہو، انھیں بھلا ایسی خبروں سے کیسے بہلایا جا سکتا ہے :

کبھی کُوڑے کے ڈھیروں پر

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

بسا اوقات اپنا رزق چنتے
پھول چہرے تم نے دیکھے ہیں؟(۲۴)

سماج کے سربستہ رازوں سے پردہ اٹھانا بھی خردمندی کی دلیل ہے۔ اس سے اس امر کی صراحت ہوتی ہے کہ ثقلین ضیغم انسانی نفسیات کا بھی عمیق ادراک رکھتے ہیں۔ان کے ہاں روح عصر کی بھرپور ترجمانی پائی جاتی ہے۔ ان کے ہاں غم دوراں، غم ذات کی حدود کو پھلانگتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ ان کے افکار کے آئینے میں حیات اور سنسار کو بخوبی دیکھا جا سکتا ہے۔ اپنے مشاہدات کو اظہار کے سانچے میں ڈھالنے کی پوری قدرت رکھتے ہیں۔ایک نباض کی مانند صورت حال کا تجزیہ کرنے کے بعد زیبِ قرطاس کرتے ہیں۔

صنف نازک کو مختلف قسم کے سماجی رویوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان حقائق سے کون انکار کرسکتا ہے کہ کتنے ہی ارمان سینے کے اندر دم توڑ دیتے ہیں۔کتنے ہاتھوں کو پیلا رنگ دینے کی تمنا، حسرت میں بدل جاتی ہے۔ اورسہاگن ہونے کے انتظار میں کتنے سروں میں چاندی اتر آتی ہے۔ کتنی ہی زندگیاں سماج کے فرسودہ رسم ورواج کی نظر ہو جاتی ہیں۔ ثقلین ضیغم نے نظم "تین سوال" کے تیسرے اور آخری سوال میں بنتِ حوا کی نارسائیوں، محرومیوں اور مجبوریوں کی داستان اختصار اور جامعیت کے ساتھ سمو دی ہے :

کبھی ہاتھوں کو پیلا رنگ دینے کی تمنّا میں
سیہ بالوں کی چوٹی پر
چمکتی برف دیکھی ہے؟(۲۵)

مجموعۂ کلام "شبِ سُرخاب" اس بات کا غماز ہے کہ ثقلین ضیغم تلخیِ حیات کا بخوبی ادراک رکھتے ہیں اور اسے عصری تناظر میں دیکھتے ہیں ۔ انھوں نے اپنے تخیلات میں روحِ عصر تمام آشوب زدگیوں کے ساتھ سمو دی ہے۔ انھوں نے زندگی کی تلخیوں کا بھرپور اظہار کیا ہے جس سے یہ امر پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے کہ وہ دردمند جذبوں کے امین ہیں۔ زندگی کی ناہمواریوں اور نا آسودگیوں پر ان کا دل کڑھتا ہے اور وہ مجبورِنوا ہو جاتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ ان کے یہ خیالات ان کے ذاتی تجربات کا حاصل ہوں لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کے مشاہدات کا حاصل ضرور ہیں۔ ان کے شعری تخیلات سے ان کے مشاہدات کا عکس جمیل ملتا ہے۔ ان کے ہاں فکری و فنی بلوغت کے شواہد ملتے ہیں۔جن میں ان کی شعری ریاضت کا احساس نمایاں ہوتا ہے۔

....☆....

حوالہ جات :

۱۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی، کشافِ تنقیدی اصطلاحات، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء، ص:۱۰
۲۔ شوکت محمود شوکت (دیباچہ)، شبِ سُرخاب از محمد ثقلین ضیغم، راولپنڈی: رُمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء، ص:۲۰
۳۔ ضیغم، محمد ثقلین، شبِ سُرخاب، راولپنڈی: رُمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء، ص:۳۰
۴۔ ایضاً، ص:۷۴
۵۔ ایضاً، ص:۱۱۶
۶۔ بحوالہ شمیم حنفی، جدیدیت کی فلسفیانہ اساس، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۷۷ء، ص:۱۸۰
۷۔ حسنین ساحر، عکسامین، اسلام آباد: بزمِ تخلیق و تحقیق، ۲۰۲۳ء، ص:۴۱
۸۔ ضیغم، محمد ثقلین، شبِ سُرخاب، ص:۳۳
۹۔ ظہیر رحمتی، ڈاکٹر، غزل کی تنقید کی اصطلاحات، نئی دلی: اے پی آفسیٹ پریس، ۲۰۰۵ء، ص:۲۴۱
۱۰۔ حفیظ صدیقی، ابوالاعجاز، کشافِ تنقیدی اصطلاحات، ص:۷۰
۱۱۔ شبِ سُرخاب، ص:۸۰
۱۲۔ ایضاً

13. Nicholas Abercrombie and others (Editors), The Penguin Dictionary of Sociology, London: Penguin Books, 5th Ed, 2006, P:290

۱۴۔ شبِ سُرخاب، ص:۱۱۸

۱۵۔ ایضاً، ص:۷۳

۱۶۔ ایضاً، ص:۶۰

۱۷۔ قمر زمان نصیف، مضمون: محمد ثقلین ضیغم کا اظہارِ عقیدت و معرفت، مشمولہ: روزنامہ "نوائے وقت" (ادبی صفحہ)، اسلام آباد، 15 مارچ ۲۰۱۷ء، ص:۸

۱۸۔ شبِ سُرخاب، ص:۴۸

۱۹۔ حسنین ساحر، عکس امین، ص:41

۲۰۔ شبِ سُرخاب، ص:۹۳

۲۱۔ ایضاً، ص:۹۶

۲۲۔ ایضاً، ص:۱۰۰

۲۳۔ ایضاً، ص:۳۰

۲۴۔ ایضاً، ص:۱۰۰

۲۵۔ ایضاً

مآخذ/کتابیات :

۱۔ ابو الاعجاز حفیظ صدیقی، کشافِ تنقیدی اصطلاحات، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 1985ء

۲۔ حسنین ساحر، عکسامین، اسلام آباد: بزمِ تخلیق و تحقیق، 2023ء، ص:41

۳۔ روزنامہ "نوائے وقت" (ادبی صفحہ)، اسلام آباد، 15 مارچ 2017ء، ص:8

۴۔ شمیم حنفی، جدیدیت کی فلسفیانہ اساس، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، 1977ء، ص:180

۵۔ ضیغم، محمد ثقلین، شبِ سُرخاب، راولپنڈی: رُمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز، 2013ء، ص:30

۶۔ ظہیر رحمتی، ڈاکٹر، غزل کی تنقید کی اصطلاحات، نئی دلی: اے پی آفسیٹ پریس، 2005ء، ص:241

7. Nicholas Abercrombie and others (Editors), The Penguin Dictionary of Sociology, London: Penguin Books, 5th Ed, 2006, P:290